زبان و ادب
جلد ۱۰ شمارہ ۱۶، ۲۰۲۳

Article

Levels of Teaching of Urdu as Foreign Language

اردو کی غیر ملکی زبان کی حیثیت سے تدریس کے مدارج

Muhammad Umar Farooq Sial*[1]
[1] Lecturer Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad
*Correspondence: Umar.sial@yahoo.com

[1] **محمد عمر فاروق سیال**
[1] لیکچرار اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز، اسلام آباد

Abstract: As Urdu is emerging as global language, tradition of teaching of Urdu as foreign language is wide spread in different countries and institutions. It is necessary to consider purpose and level of the learners while formulating curricula, teaching methodologies and proportion of basic language skills at different levels of learning. A student may have his own business or educational purpose to learn Urdu language and the curriculum and teaching methodology at basic, intermediate and advanced levels depends upon this purpose. Keeping in view all these factors, there is a need to establish a suitable model at each level.

Keywords: Foreigners Teaching, Literature, China, Methodologies of Languages

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813
Received:02-04-2023
Accepted:20-04-2023
Online:30-06-2023

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

اردو زبان کی تدریس غیر ملکیوں کو اردو کے کی ابتدا کے ساتھ ہی ہو گئی تھی کہ جیسے ہی متحدہ ہندوستان میں اس زبان کی کو سرکاری سرپرستی ملی تو کمپنی بھی آچکی تھی اور مغربیوں نے اس زبان کی کو سیکھنا شروع کر دیا تھا۔ یہ صرف یہاں تک ہی نہیں بلکہ اس تدریس کی ابتدا میں ان کی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ جیسے ہی یہ تدریس شروع ہوئی تو اس کی خوبیاں خامیاں مسائل امکانات پر بات شروع ہوئی جو آج تک جاری ہے۔ کبھی اس کے ساتھ جڑے کلچر کو موضوع بنایا جاتا ہے تو کبھی وعلم و فن کو، جبکہ اردو رسم الخط کے مسائل، اس کی مشکلات اور اس کی تبدیلی کے ساتھ رومن کو رائج کرنے کی کوششیں ہمیشہ جاری رہتی ہیں۔ عمومی طور پر زبان کے حوالے بات کرتے ہوئے چند ایک معروضات پر ہی بات کی جاتی ہے۔اس حوالے سے سید عبداللہ کا خیال ہے:

اردو کے مسائل پر تین حیثیتوں سے غور کیا جاتا ہے۔ اولاً محض زبان کی حیثیت سے ثانیاً ادب کی حیثیت سے ثالثاً علوم وفنون، کی زبان کی حیثیت سے ،میرے خیال مین یہ تینوں مسئلے ایک ہی مرکزی مسئلے کے مختلف پہلو ہیں۔[1]

دنیا میں بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں میں اردو کا درجہ سرفہرست زبانوں میں سے ایک ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ۶۰ سے زائد ممالک میں اردو کی تدریس ہو رہی ہے۔ جہاں کئی پاکستانی اور ہندوستانی اساتذہ کے ساتھ ساتھ دنیا کے مختلف خطوں سے تعلق رکھنے والے لوگ اردو کی تدریس کر رہے ہیں۔

اس سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر راقم کو بھی ۲۰۱۸ میں چین کی جامعہ میں اردو کی تدریس کا موقع ملا، جو ۵ سال تک جاری رہا۔ چینیوں کو اردو کی تدریس کے دوران مجھے کئی مسائل کا سامنا ہوا۔ یہاں میں اپنے دو تجربات کو بنیاد بنا کر چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے تو بنیادی اردو سکھانے کے لیے جو قاعدہPrimer استعمال کیا جاتا ہے وہ غیر ملکی طالب علم کے لیے موزوں نہیں ہوتا۔ اس میں خامیاں ہیں ۔پہلی یہ کہ اردو کے وہ قاعدے جو پاکستانی بچوں کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں ان سے غیر ملکیوں کو اردو پڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ قاعدے بنیادی طور پر پانچ سے سات سال کی عمر کے مقامی طالب علم کو سامنے رکھ کر ترتیب دیے گئے ہوتے ہیں۔ یہ قاعدے ایک طرف تو بچوں کی عمر اور دوسری طرف ان کی نفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے ترتیب دیے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد جو سابقہ مقتدرہ قومی زبان کے نام سے موسوم تھا کے قاعدے میں لکھا ہے کہ:

جماعت اول کے ایک حصہ میں ابتدائی قاعدہ ہو گا، جس میں حروف ان کی شکلیں، ان کی آوزیں، اعراب اور سادہ الفاظ اور جملے لکھیں جائیں گے۔ اور سب موقع پر تصاویر دی جائیں گی۔[2]

اس طرح کے قاعدے عومی طور پر ان بچوں کے لیے ترتیب دیے جاتے ہیں جن کے لیے شکل کو دیکھ کر نام پہچانا آسان ہوتا ہے، جبکہ دوسری طرف ان کے آنکھیں رسم الخط سے کسی حدتک مانوس ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ مقامی طالب علم کی اردو زبان میں اہلیت کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ غیر ملکی طالب علم ایک طرف تو بالغ ہوتا ہے اور اس کی ذہنی سطح چھوٹے بچوں سے بہت بلند ہوتی ہے۔ جبکہ دوسری طرف اس کے لیے زبان اوراس کا رسم الخط وغیرہ نیا ہے۔

ماسوائے فارسی، عربی پس منظر والے طالب علموں کے جو ایک حد تک رسم الخط سے مانوس ہوتے ہیں۔ اس پر ایک کٹھنائی جو نیا سیکھنے میں سدراہ ہوتا ہے، غیر ملکی طالب علم کا پہلے سے کسی اور زبان کا تقریری و تحریری علم بھی ہے۔

اردو رسم الخط خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ پیچیدہ بھی ہے، اس کا لکھنا پڑھنا آسان نہیں خاص طور پر نستعلیق کی عبارت زیادہ پیچیدہ ہوتی ہے کیونکہ اس میں قلم کی تبدیلی اور خاص قط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے شوشوں، نقطوں اور الفاظ کی نشست وبرخاست، تبدیلی، مقام اور تعداد بہت معنی رکھتے ہیں، جن کی زرہ سی تبدیلی لفظ کے معنی تبدیل کر دیتی ہے۔ اس حوالے سے رشید حسن خان لکھتے ہیں۔

"نستعلیق میں لکھی ہوئی عبارت کو دیکھیے تو صاف معلوم ہو گا کہ اس میں قلم بدلتا رہتا ہے جس سے کشش میں اتار چڑھاؤ نمایاں ہوتا ہے کہیں پورا قلم لگایا جاتا ہے کہیں نصف اور کہیں اس سے کم"[۳]

ایک مقامی طالب علم کے لیے چاہیے یہ صورت زیادہ مشکل نہ بھی ہو لیکن ایک غیر ملکی اس صورت حال سے آسانی سے نہیں گزر سکتا۔

اس طرح قاعدہ سکھاتے ہوئے حروف تہجی کی روایتی ترتیب غیر ملکیوں کے لیے موزوں نہیں۔ یہ عام مشاہدہ ہے ہم مخرج حروف کے علاوہ کئی ایسی آوازیں ہیں جن کو نکالنے میں اور فرق کرنے میں مشکلات درپیش ہیں۔ مثلاً خ، کھ یا گ، غ، یا ت، ٹھ وغیرہ جیسی کئی آوازیں جن کو تلفیظ ایک ہی طرح سے کیا جاتا ہے مشکل اس لیے پیش آتی ہے کہ ان کو ایک ساتھ سکھانے کے بجائے روایتی ترتیب سے سکھایا جاتا ہے۔ اس حوالے سے ایک رائے یہ ہے کہ:

اس طریقے میں حروف کی گروہ بندی ان کی شکلوں میں مشابہت کے لحاظ سے کی گئی ہے۔

۱۔ ا

۲۔ ب پ ت ٹ ث

۳۔ ج چ ح خ

۴۔ د ڈ ذ

۵۔ ر ڑ ز

۶۔ س ش

۷۔ ص ض۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔[۴]

جب لکھنا سکھایا جائے تو وہاں بھی روایتی ترتیب میں کئی طرح کی مشکلات ہیں، کیونکہ اردو حروف اپنی پوری شکلوں میں ایسے ہیں کہ ان کو ان کی مکمل شکل کے حساب سے ترتیب دیا جانا چاہیے نہ کہ روایتی ترتیب کے مطابق، مثلا جب ب، پ، ت وغیرہ حروف کو لکھنا سکھایا جائے تو ان کے ساتھ ہی ایسے حروف جن کی مکمل شکل ایک جیسی ہے ان کو بھی سکھا دیا جائے جیسے ف، ک، گ وغیرہ اسی طرح، ج ،چ، ح وغیرہ کے ساتھ ع اور غ کو سکھا دینا چاہیے کہ جن کے دائرے پیچھے کی طرف ہوتے ہیں۔ اسی طرح س، ش کے ساتھ ص، ض، ن اور ل کو بھی رکھنا چاہیے کہ ان سب کے دائرے بناتے ہوئے دائیں سے بائیں قلم کو گھمانا پڑتا ہے۔ علی ہذا القیاس

اس کے ساتھ ہی حروف کی آوازوں کو الگ الگ سکھانے کی وجہ سے طالب علم آوازوں میں بنیادی فرق کو بھول جاتا ہے۔ انھیں IPA کے مطابق سکھانے کی ضرورت ہے جہاں پر ایسے حرف کو جن کا طریقہ تلفظ ایک جیسا ہے وہ ساتھ ساتھ رکھے گئے ہیں، مثلاً IPA میں پہلا سیٹ پ، ب، پھ، بھ، دوسرا سیٹ م، مھ، ط، ت، تھ، د، دھ، نھ، کو ساتھ رکھا گیا ہے،[5] اور اسی ترتیب سے باقی حروف کو بھی ساتھ رکھا گیا ہے۔ یعنی ہلکی اور بھاری آوازیں ایک ساتھ ہیں جبکہ ایسی آوازیں جن کو تلفظ کرنے کے مقام ایک ہی ہیں یا بہت قریب کے ہیں ان کو ایک ساتھ سکھانے کی ضرورت ہے۔

بولنے کی مشق میں ایسے حروف جن میں ہکاریہ آوازیں شامل ہوں کو انھی حروف کی سادہ آوازوں کے ساتھ سکھانا چاہیے تاکہ طالب علم ان میں فرق کر سکے۔ مثلاب اور بھ ج اور جھ وغیرہ اور مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک ہی طرح کی آواز کو ہلکا اور بھاری کیا جاتا ہے اور الگ الگ سکھاتے وقت ابتدائی سطح کا طالب علم اس شے کو بھول جاتا ہے کہ ایسی آواز وہ پہلے بھی سیکھ چکا ہے، دو مختلف وقتوں میں الفاظ کے فرق کو محسوس کرنا بھی کافی مشکل ہوتا ہے اس لیے راقم کا تجربہ ہے کہ ایک ساتھ ہلکی اور بھاری آوزیں سکھانے سے نتیجہ بہت بہتر نکلتا ہے اور طالب علم بھی سہولت سے یاد رکھتا ہے۔

دوسرا بڑا مسئلہ زبان کی تدریس بذریعہ ادب ہے۔ چین میں بی ایس کی سطح پر اردو کی تدریس کے لیے نصاب چھ کتابوں کی شکل میں بیجنگ یونیورسٹی فار فارن سٹڈیز نے شاید ۵۰ سال پہلے ترتیب دیا تھا۔ ان کتابوں کا بڑا حصہ ادب پر مشتمل ہے۔ پہلی کتاب جس میں حروف کی پہچان اور جملے کی بنیادی ترتیب بتائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ تمام کتابوں میں کہانیاں یا اردو کلاسیک ادب پارے شامل ہیں ساتھ ہی

قدیم اردو کے کچھ ادب پارے بھی شامل کئے گئے ہیں۔ جن میں فخر الدین نظامی کا خوف نامہ, سب رس, غزلیات میر و غالب، نظیر اکبر آبادی کو شاید ایک عوامی شاعر تصور کرتے ہوئے ان کی نظم آدمی نامہ، پریم چند کا افسانہ پنچایت، انار کلی ڈرامہ، امراؤ جان ادا ناول وغیرہ شامل نصاب ہیں۔ یہاں کوئی دو رائے نہیں کہ یہ سب اردو ادب کے شاہکار ہیں۔ لیکن کیا یہاں یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے ذریعے ایک غیر ملکی کو زبان سکھانا ممکن ہے یا نہیں۔ مجھے ذاتی طور پر چین میں اردو سکھانے کے دوران اس بات کا اندازہ ہوا کہ ان ادب پاروں کے بعض ایسے جملے یا اظہاریے ہیں جن کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا ابتدائی سطح کے طالب علم کے لیے ناممکن ہے۔ مثلا

کانوں میں سادی دو انتیاں لاکھ بناؤ دیتی تھیں، بسم اللہ کی رنگت ناک نقشہ ہو بہو انہیں کا سا تھا مگر وہ نمک کہاں ؟

لاکھ لاکھ بناؤ دینا عورت کے حسن میں نمک ہونا کو کسی دوسری زبان ابتدائی درجے کے طالب علموں کے سامنے بیان کرنا کسی چیلنج سے کم نہیں یا سب رس جہاں اسماء اور افعال میں فرق کرنے کے ساتھ ساتھ کرداروں کے جنگل میں کھو جانا ایک مشکل امر ہے۔

اسی طرح خوفنامہ کا ایک شعر دیکھیے

میاں کوں نہ کوئی بھی آوے غلام

گواہ دیون اس وقت اعضا تمام

یہی وقت اچھے گا ہر یک تن اپر

کہ بھویں پھاٹے نین جو سینے بھتر [۶]

اب یہ ایسی زبان ہے جو ایک مقامی اردو جاننے والا بھی سمجھ نہیں سکتا تو ایک غیر ملکی کو کیسے سمجھایا جا سکتا ہے۔ اس طرح کی زبان کا سمجھنا ایک ثقافتی تناظر ہے کہ جو انسان جس میں انسان ایک طرح سے تقلید کا رویہ اختیار کرتا ہے کہ جب وہ کسی لفظ، تصویر، مقام وغیرہ کو دیکھ کر اس سے کوئی خاص معنی جوڑ دیتا ہے اور ان الفاظ ست انہی الفاظ کا ابلاغ ہونے لگتا ہے جن کو پہلے سے طے کیا گیا ہوتا ہے یا کسی طرح سے وہ ثقافت میں در آتے ہیں۔ اس لیے بعض چیزیں ثقافت اور قومی تشخص کا حصہ بن جاتی ہیں اس طرح بعض ادبی متن ایسے ہیں جن کو سمجھنا اس خاص علاقے، تناظر یا مقامیت کی وجہ سے ممکن ہو سکتا ہے۔ مثلاً ہجرت کا کرب، مارشل لا کے دور کا ادب، یا تقسیم سے پہلے انگریزوں کے تسلط کی وجہ سے لکھا گیا ادب، علی گڑھ کی مقصدیت وغیرہ سب ایسی چیزیں ہیں جو کسی خاص صورت حال کی غمازی کرتی ہیں۔

دوسری طرف اوپر دی گئی مثالوں میں ایک خاص کلچر کی ہے نظم میں مذہب کو موضوع بنایا گیا ہے جبکہ نثر لکھنؤ کی صورت حال کی غمازی کرتی ہے۔ جبکہ زبان کا روزمرہ اس کے علاوہ ہے۔ جس میں الفاظ نہ صرف اپنے مخصوص معنی اور مطالب رکھتے ہیں بلکہ ان کا خمیر اردگرد کے ماحول سے اٹھا ہے۔

یہاں ایک خیال یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ادب کی تدریس کے ذریعے کلچر کی تدریس بھی ممکن ہوتی ہے لیکن اس رائے سے کلی اتفاق کرنا ممکن نہیں، کیونکہ مبالغہ ادب کی جان ہوتا ہے اس کے بغیر ادب میں چاشنی نہیں پیدا ہوتی اور تاثیر کم ہو جاتی ہے، راقم کا تجربہ ہے کہ زبان کے ساتھ کلچر کی تدریس الگ موضوع کے طور پر کرانے کی ضرورت ہوتی ہے اب میں پیش کیا گیا کلچر ایک طرف تو مبالغہ آمیز ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف یہ کسی خاص مقصد، تحریک یا کسی بھی موضوع وغیرہ کو سامنے رکھ کر تحریر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی کلچر کسی ادب پارے میں ہوگا تو اس میں مبالغے کی وجہ سے حقیقت سے دوری ہوگی، اس لیے غیر ملکی سطح پر زبان کی تدریس میں کلچر کو الگ پڑھایا اور سکھایا جاتا ہے، جبکہ روزمرہ معمول کی باتیں کی تدیس اور آگاہی کے لیے اخبار کو بطور نصاب شامل کیا جاتا ہے، جس سے طالب علم نہ صرف روزمرہ زبان سیکھتے ہیں بلکہ عمومی مسائل، مباحث، سیاست اور حالات حاضرہ سے بھی روشناس ہوتے ہیں۔

اگر ہم ان معاملات کے حل کی طرف دیکھیں تو کئی طرح کی تھیوریاں اور ماڈل ہمارے سامنے موجود ہیں۔ جن میں Cognitive، Behaviorism، Humanism، Constructivism, Connectivism, جن کی اپنی اپنی اہمیت ہے۔ لیکن غیر ملکی کو زبان سکھانے میں جس قدر ہمیں نوم چامسکی کی یونیورسل گرائمر کی تھیوری سے مدد ملتی ہے شاید دیگر سے نہیں۔

اس تھیوری کے مطابق دنیا بھر کی زبان اور اس کی گرائمر انسان کے جینز کا حصہ ہے اور ہر انسان اس کو پیدائشی طور پر سیکھ کر آتا ہے اس لیے دنیا کی ہر زبان کی گرائمر ایک ہی جیسی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ ہر زبان میں اسما، افعال، صفات، زمانے، وغیرہ ہر شے موجود ہے۔ جس سے کوئی زبان بھی دوسری سے مختلف نہیں ہوتی۔ ماسوائے جملے کی بناوٹ کے۔[۲]

یہ ایک ایسا نظریہ ہے جس کی خامیاں اور معائب اپنی جگہ لیکن اس کو جھٹلانا آسان نہیں زبان کی تدریس کے حوالے سے راقم کا تجربہ ہے کہ اگر طالب علم کو اپنی مادری زبان کی کچھ بنیادی سوجھ بوجھ ہو تو دوسری کسی بھی زبان کے الفاظ یا جملے اس کے مادری زبان کے مقابل بتا دیے جائیں تو ان کو یاد رکھنا بہت آسان ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی طالب علم سمجھنے اور سیکھنے میں بھی سہولت محسوس کرتا ہے۔

فوری ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارا نصاب خاص طور پر غیر ملکیوں کے لیے ایسا ہونا چاہیے جس کی بنیاد ادبی نہیں بلکہ لسانیاتی ہو۔ نیز جس میں لسانی مفاہمت کا ایسا پہلو موجود ہو جہاں پر استاد اور شاگرد کے درمیان کوئی ایسا لسانی علاقہ تلاش کیا جا سکے جس میں موجود

رہ کر طالب علم اپنی پہلے سے سیکھی ہوئی زبان کو استعمال کر کے نئی زبان کو سیکھ سکے۔ اور اسی بنیاد پر طالب علم نئی کوئی بھی زبان سیکھ سکتا ہے ۔ چنانچہ نصاب کی از سر نو ترتیب کے ساتھ ساتھ تدریسی حکمت عملیوں کو بھی زیادہ لسانی اور سائنسی بنیادیں فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز زبان کے اساتذہ کا باہمی رابطہ اور اس سلسلے میں تربیتی ورکشاپس اور ریفریشر کورسز کا اہتمام کیا جانا بھی ضروری ہے تاکہ زبان کی تدریس کے نتائج اور رفتار کو باقاعدہ ناپا جاسکے۔

حوالہ جات:

۱۔ سید عبد اللہ ڈاکٹر، خطبہ استقبالیہ، مطبوعہ مقالات اردو تدریس کانفرنس، منعقدہ لاہور ۲۶ دسمبر تا ۳۰ دسمبر ۱۹۶۱ اردو مرکز لاہور ۱۹۶۴ ص ۱۲

۲۔ معیاری اردو قاعدہ، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، پاکستان، ۲۰۱۰، ص ۱۹

۳۔ رشید حسن خان، اردو کیسے لکھیں (صحیح املا)، مکتب جامعہ لمٹیڈ نئی دہلی ۱۹۹۶ء، ص ۱۵

۴۔ سلیم عبد اللہ، اردو کیسے پڑھائیں، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ ۱۹۹۲، ص ۳۲

۵- https://www.cle.org.pk/Downloads/langproc/Urdu_IPA_to_Sampa.pdf

۶۔ اردو کی چوتھی کتاب، بیجنگ یونیورسٹی پریس، بیجنگ چین

۷۔ Chomsky, Noam (2007), "Approaching UG from Below", Interfaces + Recursion = Language?, DE GRUYTER,